مقدمہ حق وباطل: فیصلہ عوام کی عدالت میں

تحریر وترتیب: میاں محمد الیاس کھوہار

کچھ عرصہ قبل ایک تحریر صوفی عبدالجبار صاحب موضع سمبلی تحصیل سرائے عالمگیر نے مجھے بھیجی۔ جو کہ مولانا عبدالقدوس فیضی صاحب خطیب جامع مسجد انوار مدینہ موضع کینال شریف تحصیل سرائے عالمگیر نے تحریر کی تھی۔ جس میں مولانا نے امام کے پیچھے مقتدی کو قرأت نہ کرنے کے بارے میں لکھا تھا۔ اس تحریر کا تفصیلی جواب جامعہ علوم اُثریہ جہلم کے رسالہ حرمین (ماہ مئی، جون 2006ء) میں دیا گیا۔ جس کا تا حال کسی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

اس کے بعد ماہ اگست 2006ء میں مرکزی جمعیت اہل حدیث تحصیل سرائے عالمگیر کی طرف سے ایک اشتہار (سورہ فاتحہ اور نماز) کے عنوان سے شائع کیا گیا کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ خواہ امام ہو۔ مقتدی ہو۔ اکیلا ہو کوئی بھی نماز ہو جہری ہو یا سری ہو احادیث کی روشنی میں دلیل کے طور پر مختلف کتب احادیث سے آٹھ حدیثیں لکھی گئیں اور ساتھ یہ بھی آخر میں لکھا گیا کہ اگر کوئی آدمی یہ ثابت کرے کہ یہ آٹھ احادیث جن کتب احادیث کے حوالہ سے لکھی گئی ہیں یہ احادیث ان کتابوں میں نہیں ہیں۔ (یعنی حوالہ غلط ثابت کرنے والے کو فی حوالہ -/5000 روپے انعام دیا جائے گا) تو اس انعام پر چند لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ انعام کیوں مقرر کیا گیا ہے۔ تو اس اعتراض کا جواب درج ذیل ہے کہ

جب بھی ہم کوئی حدیث حوالہ کے طور پر پیش کرتے ہیں تو لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے مولوی حضرات اکثر یہ جواب دیتے ہیں کہ ان غیر مقلدوں (اہل حدیثوں) نے یہ حدیثیں اپنی بنائی ہوئی ہیں۔ صرف اپنا مقصد پورا کرنے کیلئے ایسی حدیثیں گھڑ لیتے ہیں۔ تو یہ انعام اس لئے رکھا کہ اگر کسی سادہ لوح آدمی کو کوئی مولوی یہ کہے گا کہ یہ تو حدیثیں انہوں نے اپنے طور پر بنا رکھی ہیں تو کم از کم وہ آدمی اتنا تو کہہ سکتا ہے ٹھیک ہے مولوی صاحب آپ کی بات ہو سکتا ہے صحیح ہو تو محترم اتنی تکلیف کریں کہ مجھے یہ کتابیں جن کے انہوں نے حوالے دیئے ہیں نکال کر دکھا دو کہ واقعی یہ احادیث ان کتابوں میں نہیں ہیں تو کم از کم فی حوالہ -/5000 روپے یعنی آٹھ حدیثوں کا -/40000 روپے بنتے ہیں ان سے جا کر میں حاصل کر لیتا ہوں اور پھر دونوں مل کر آدھے آدھے کر لیں گے۔

جب یہ بات ہوگی تو پہلے مولوی صاحب جان چھڑانے کیلئے ادھر اُدھر کی ماریں گے۔ کہیں سے مصیبت ٹل ہی جائے۔ جب یہ بات ہوگی تو وہ آدمی بھی کچھ نہ کچھ تو سمجھ ہی جائے گا کہ دال میں ضرور کچھ کالا، کالا ہے۔ جس کیلئے مولوی صاحب جان چھڑانے کی کوشش کرر ہے ہیں۔ تو وہ آدمی ضرور کتابیں دیکھنے کیلئے اصرار کرے گا اور جب مولوی صاحب کتابیں دکھائیں گے تو ضرور ان شاء اللہ اس آدمی کو بھی سمجھ آجائے گی کہ یہ مولوی صاحب کیوں جان چھڑانے کی کوشش کرر ہے تھے تو مولوی صاحب کو لینے کے دینے پڑ جائیں گے اور وہ آدمی ان شاء اللہ تحقیق کر کے خود بخود صراطِ مستقیم پر آجائے گا اور اس کی آخرت بہتر ہو جائے گی اور ہمیں بھی اللہ تعالیٰ اس کا اجر نصیب فرمائیں گے۔ یہ وجہ تھی انعام مقرر کرنے کی!

اس کے بعد اس اشتہار کا ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا گیا بلکہ 15 ستمبر 2006ء کو انجمن طلباء اسلام کھوہار نے آئینے کا وہ الٹا رخ جو کہ پہلے عبدالقدوس فیضی صاحب نے دکھایا تھا جس کو میں نے سیدھا کر کے عوام کے سامنے پیش کیا تھا دوبارہ اس سیدھے آئینے کو پھر الٹا کر کے عوام کے سامنے پیش کر دیا یعنی انہوں نے بھی تقریباً وہی حوالہ جات دوبارہ پیش کر کے ایک اشتہار (امام کے پیچھے مقتدی کی قرأت کا مسئلہ) کے عنوان سے شائع کر دیا۔ اور کھوہار کے بازار میں مختلف دیواروں پر یہ اشتہار چسپاں کر دیئے گئے اور میں بازار میں جس طرف سے گزرتا تو مجھے بلا کر پڑھایا جاتا رہا کہ دیکھو آپ کے اشتہار کا جواب آ گیا ہے تو میں ان کو جواب دیتا کہ یہ ہمارے اشتہار کا جواب تو نہیں ہے بلکہ میں نے اس اشتہار کا جواب پہلے سے ہی دیا ہوا ہے اور ان شاء اللہ پھر دوبارہ اس اشتہار کا جواب عنقریب مل جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے 17 ستمبر 2006ء کو صبح سویرے تک اس اشتہار کا جواب مرکزی جمعیت اہل حدیث تحصیل سرائے عالمگیر کی طرف سے لکھ کر ان اشتہاروں کے ساتھ چسپاں کر دیا گیا جہاں وہ اشتہار پہلے سے چسپاں تھے۔ جس کا جواب ابھی تک کہیں سے موصول نہیں ہوا۔ تو اس کے بعد خاموشی ہوگئی تو میں بھی خاموش ہوگیا۔ لیکن اب دوسرے مختلف دیہاتوں سے رپورٹیں یہ مل رہی ہیں کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث تحصیل سرائے عالمگیر کے اشتہار کا جواب انجمن طلباء اسلام کھوہار کی طرف سے دے دیا گیا ہے، اور مرکزی جمعیت اہل حدیث تحصیل سرائے عالمگیر کے دیے ہوئے جواب پر پردہ ڈالا جا رہا ہے۔ یعنی موضع سمبلی کے وہی صوفی عبدالجبار صاحب جنہوں نے پہلے عبدالقدوس فیضی صاحب کی جو تحریر بھیجی تھی انہوں نے بتایا کہ مجھے بھی وہ انجمن طلباء اسلام کھوہار کے جواب کی کاپی دی گئی ہے کہ اہل حدیثوں کے اشتہار کا جواب دے دیا گیا ہے۔ اسی

طرح ایک گاؤں پاہرواں کے ایک دوست ملے انہوں نے بھی یہی کہا۔ اس لئے ان وجوہات کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے سوچا کہ ان تینوں اشتہارات کا یہ سارا قصہ ایک ہی مضمون میں قلمبند کر کے نذر قارئین کر دیا جائے تا کہ قارئین کو حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے میں آسانی ہو جائے۔

ان کے اشتہار میں قرآن مجید کی آیت:

ا۔ ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون﴾

ترجمہ: ''اور جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔

جواب: اگر قرآن مجید کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس آیت سے متصل اگلی آیت میں وضاحت ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پڑھنے سے نہیں روکا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ (دونوں آیتوں کو ذرا ملا کر پڑھیں)

ترجمہ: ''اور جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ۝ اور اپنے رب کو یاد کرو اپنے دِل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور بلند آواز کی نسبت پست آواز کے ساتھ صبح اور شام اور اہل غفلت میں سے مت ہونا''۔ (سورہ الاعراف آیت 204 , 205)۔ یعنی آیت نمبر 205 میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت کر دی کہ قرآن مجید کے پڑھتے وقت ذکر کرنے سے نہیں روکا گیا۔ بلکہ ان لوگوں کو جو قرآن مجید پڑھتے وقت شور و غل کرتے تھے ان کو شور و غل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ حم السجدہ کی آیت نمبر 26 میں کیا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں ﴿وقال الذین کفروا لاتسمعوا لھذا القرآن والغو فیه لعلکم تغلبون﴾

ترجمہ: ''اور کافروں نے کہا کہ اس قرآن کو سنو ہی نہیں اور بے ہودہ (لغو) گفتگو کرو تا کہ تم غالب آجاؤ''۔

اگر غور سے سورہ الاعراف کی آیت نمبر 204 اور سورہ حم السجدہ کی آیت نمبر 26 کو دیکھیں تو دونوں میں ایک تقابل پایا جاتا ہے یعنی کافروں کے الفاظ جو اللہ تعالیٰ نے نقل کیے ہیں۔ ان میں ہے ﴿لا تسمعوا﴾ ''یعنی تم سب نہ سنو'' یعنی جمع کا صیغہ ہے اور سورہ الاعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ﴿فاستمعو﴾ ''یعنی تم غور سے سنو'' یہ بھی جمع کا صیغہ ہے۔ یعنی وہ کہتے ہیں (نہ سنو) اللہ تعالیٰ کہتے ہیں (سُنو) کافر کہتے ہیں۔ ﴿لھذا لقرآن﴾: یعنی اس قرآن کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿واذاقرئ القرآن فاستمعوله﴾ میں له کی ضمیر واذا قرئ القرآن کی طرف یعنی جو قرآن پڑھا جائے اس کو اس کے آگے کفار کے الفاظ ہیں والغوا فیه یعنی لغو گفتگو کرو

بکواس کروشوروغل کرواس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **وانصتوا** یعنی ''اور خاموش ہو جاؤ۔لغو گفتگو مت کرو بکواس نہ کرو شوروغل نہ کرو۔آگے پھر کفار کے الفاظ سنیں کہتے ہیں ﴿**لعلکم تغلبون**﴾ :''تا کہ تم غالب آ جاؤ اللہ فرماتے نہیں تم غالب تو نہیں آ سکتے اس لیے ﴿**لعلکم ترحمون**﴾ ۔''تا کہ تم پر رحم کیا جائے اور اس رحم کی بدولت تم دولت ایمانی سے مالا مال ہو جاؤ''۔اب ان دونوں آیتوں کا با محاورہ ترجمہ ترتیب وار دیکھیں۔

کفار کے الفاظ جن کو اللہ تعالیٰ نے نقل کیا۔ترجمہ:''اور کافروں نے کہا اس قرآن کو سنو ہی نہیں اور بے ہودہ (**لغو**) گفتگو کرو تا کہ تم غالب آ جاؤ''۔(سورہ حم السجدہ:26)

اب جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا،اور جب قرآن پڑھا جائے اس قرآن کو سنو اور خاموشی اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔(سورہ الاعراف:204)

اس سے یہ بات واضح ہوئی ہے دونوں آیات کا تقابل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں آیتوں کا آپس میں ربط ضرور ہے۔حقیقت بھی یہی ہے کہ پہلے قرآن مجید کی تفسیر قرآن مجید کی آیات سے کرنی چاہیے کیونکہ بعض آیتیں دوسری آیتوں کی تفسیر کرتی ہیں اس کے بعد احادیث نبویہ ﷺ سے اور اس کے بعد اقوال صحابہؓ اور مفسرین کرام اور محدثین کرام کے اقوال پیش کرنے چاہئیں۔اگر قرآن وحدیث کا مطالعہ کریں تو ایک بات کی اور وضاحت ملتی ہے کہ مومنوں پر تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے کہ قرآن مجید مومنوں کیلئے شفاء اور رحمت ہے،اور جب ہم مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو جو دعا مسجد کے اندر داخل ہوتے وقت پڑھتے ہیں اس میں بھی یہی دعا ہوتی ہے کہ''اے اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے''۔تو جب مومنوں پر اللہ تعالیٰ نے رحمت کے دروازے کھول رکھے ہیں تو ﴿**لعلکم ترحمون**﴾ تا کہ تم پر رحم کیا جائے کا مطلب کیا ہوا۔یہ الفاظ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ یہ اس شخص کیلئے ہیں جو ابھی رحمت الٰہی سے دور ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن مجید کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے (یعنی اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور تم دولت ایمانی سے نواز دیئے جاؤ) جیسا کہ حضرت عمرؓ کو نوازا۔جو کہ گھر سے **نعوذ باللہ** حضور ﷺ کے قتل کے ارادے سے نکلے راستے میں اپنی بہن سے قرآن مجید کی چند آیات خاموشی کے ساتھ سن کر مسلمان ہو گئے اور اس آیت کے آخری الفاظ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ پر رحم فرما کر دولت ایمان سے نواز دیا۔اس آیت کے تحت جن تفاسیر کے حوالے دیئے گئے ہیں ان میں سے کسی

ایک میں بھی یہ ذکر نہیں کہ حضور ﷺ سے کسی صحابی نے یہ روایت کیا ہو کہ اس آیت کے تحت حضور ﷺ نے امام کے پیچھے مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے سے منع کیا ہو۔ صرف ان تفسیری حوالوں سے اتنی ہی وضاحت ہوتی ہے کہ امام کے پیچھے بلند آواز سے قرآن مجید نہ پڑھا جائے۔ کیونکہ ابن مسعودؓ والی تفسیر میں یہ بات واضح ہے کہ انہوں نے بعض لوگوں کو امام کے پیچھے پڑھتے ہوئے سنا۔ جس کا مطلب ہے کہ لوگوں نے امام کے ساتھ بلند آواز سے قرآن مجید پڑھا تھا۔ جو انہوں نے سنا۔ جس سے وہ لوگوں سے ناراض ہوئے۔ اگر قرآن مجید پڑھتے وقت آہستہ پڑھنا بھی منع ہے تو مولانا صاحب سے چند سوال عرض کرتا ہوں، اور جواباتِ کی امید رکھتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے ایک بات کی وضاحت کر دوں۔ کہ ہمارا کسی کے ساتھ کوئی جھگڑا یا لڑائی نہیں ہے۔ صرف سمجھ اور سوچ کا فرق ہے کوشش یہ ہے کہ ہمارے آپس کے اختلاف کسی طرح ختم ہو جائیں اور ہم آپس میں مل جل کر رہیں۔ سوالات یہ ہیں۔

سوال نمبر ۱: جب آپ صبح (یعنی فجر) کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھا رہے ہوتے ہیں اور قرآن مجید بھی بلند آواز سے پڑھ رہے ہوتے ہیں، اور دیر سے آنے والے شخص نے ابھی سنتیں پڑھنی ہوتی ہیں اور وہ مسجد کے ایک طرف اپنی سنتیں پڑھنا شروع کر دیتا ہے اور وہ آپ کے قرآن مجید پڑھنے کی آواز بھی سن رہا ہوتا ہے تو بتائیں کیا وہ شخص اب خاموش کھڑا رہے گا۔ اگر خاموش کھڑا رہے گا تو کیا اس کی سنتیں ادا ہو گئی ہیں یا نہیں، اور اگر وہ خاموش کھڑا نہیں رہا اپنی نماز میں پڑھتا رہا ہے تو کیا اس نے آپ کی پیش کردہ آیت کے مخالف عمل تو نہیں کیا اگر اس نے آیت کی مخالفت کی ہے تو آپ کے مسلک کے مطابق اس پر کیا حکم جاری کیا جا سکتا ہے۔ (فتویٰ لکھ کر بھیجیں)

سوال نمبر ۲: آپ فجر، مغرب اور عشاء میں سے کوئی نماز پڑھا رہے ہیں ایک آدمی دیر سے آتا ہے آپ قرآن مجید کی قرأت بلند آواز سے کر رہے ہیں اور بعد میں آنے والا شخص نماز میں داخل ہونا چاہتا ہے تو کیا وہ اللہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل ہو گا یا خاموشی سے ہاتھ باندھ کر جماعت سے مل جائے گا۔ اگر اللہ اکبر کہہ کر نماز میں داخل ہو گا تو پھر آپ کی پیش کردہ آیت کے مطابق آپ اس پر کون سا حکم لاگو کریں گے اور اگر خاموشی سے نماز میں مل جائے گا تو کون سا حکم اس پر لگے گا۔ (فتویٰ لکھ کر بھیجیں)

سوال نمبر ۳: آپ مذکورہ بالا آیت سے صرف جہری نمازوں میں امام کے پیچھے مقتدی کو تلاوتِ قرآن مجید منع سمجھتے ہیں یا پھر سری نمازوں میں بھی منع سمجھتے ہیں۔ اگر سری نمازوں میں بھی منع سمجھتے ہیں تو تیسرا سوال یہ ہے جب

نماز کے آخری تشہد میں درود شریف پڑھنے کے بعد (رب اجعلنی .... یوم یقوم الحساب) تک سورہ ابراہیم آیت نمبر 40 , 41 آپ بحیثیت امام بھی یہی قرآن مجید کی دو آیات پڑھ رہے ہوتے ہیں اور پیچھے آپ کے تمام مقتدی بھی یہی دو آیات پڑھ رہے ہوتے ہیں کیا آپ کے مقتدیوں کا یہ عمل درست ہے یا پھر آپ کی پیش کردہ مذکورۂ بالا آیت اور تفاسیر کی روشنی میں آپ کے مقتدی بھی غلط کر رہے اور اپنے مقتدیوں پر بھی کوئی فتویٰ ضرور لگائیں اور اس فتویٰ کی کاپی ضرور بھیجیں (شکریہ)

اگر ان مقامات پر آپ کی پیش کردہ مذکورۂ آیت کا حکم ساقط ہو جاتا ہے تو وہ کس اصول کے تحت ساقط ہوتا ہے۔ جبکہ فجر کی سنتیں جماعت کے ہوتے ہوئے حضور ﷺ کا حکم کہیں بھی نہیں ملتا کہ وہ پڑھ کر جماعت میں شامل ہوں اسی طرح (رب اجعلنی .... یوم یقوم الحساب) تک بھی حضور ﷺ کے فرمان سے کہیں بھی یہ حکم نہیں ملتا کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس سورہ فاتحہ کے بارے میں حضور ﷺ کا واضح فرمان ملتا ہے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ جس عمل کا حکم حضور ﷺ نے نہیں دیا اس کیلئے آپ اپنے ذہنی اصول سے آیت کا حکم ساقط کر لیتے ہیں اور جس کا حکم حضور ﷺ کے فرمان سے واضح ملتا ہے اس پر پابندی لگا دیتے ہیں کہ اس آیت کے تحت سورہ فاتحہ پڑھنا منع ہے۔ جبکہ مذکورۂ آیت سورہ الاعراف کی ہے جو کہ بالاتفاق مکی ہے اور ہجرت مدینہ کے کچھ عرصہ بعد تک نماز میں گفتگو کرنے کی اجازت تھی جس کی ممانعت ہجرت مدینہ کے بعد ہوئی جب یہ آیت کریمہ اتری ﴿وقوموا للّٰہ قانتین﴾ (البقرہ)

<u>**حدیث:**</u> حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں ہم پہلے نماز پڑھنے کے دوران باتیں کر لیا کرتے تھے۔ ہم میں سے کسی کو اپنے بھائی سے بات کرنے کی ضرورت ہوتی تو نماز ہی میں بات کر لیا کرتا۔ یہاں تک کہ یہ آیت اتری۔ ﴿حافظوا علی الصلوٰۃ .... قانتین﴾ اس وقت سے ہم کو نماز میں خاموش رہنے کا حکم ہوا۔ (بخاری ۲۔ صفحہ ۱۸۰)

اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ مولانا نے جو آیت شروع میں پیش کی ہے وہ مکی ہے جس کے نازل ہونے کے بعد نماز میں گفتگو کرنے کی اجازت تھی جو کہ بعد میں سورہ البقرہ کی مذکورۂ بالا آیت نازل ہونے کے بعد گفتگو منع ہوئی۔ جس آیت کے نازل ہونے کے بعد گفتگو نماز میں کرنے کی اجازت تھی تو اس آیت سے سورہ فاتحہ منع کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ سورہ فاتحہ تو نماز کا حصہ ہے جبکہ گفتگو کرنا کوئی نماز کا حصہ تو نہیں اس لیے مولانا کی

پیش کردہ آیت سے سورہ فاتحہ نماز میں امام کے پیچھے پڑھنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی، اور اسی بات پر آپ کے مفتی احمد یار گجراتی صاحب نے اپنی کتاب جاء الحق کی جلد دوم کے صفحہ 450 پر مہر ثبت کر دی ہے کہ ﴿وقوموا للّٰہ قانتین﴾ آیت اترنے کے بعد نماز میں کلام کرنا (یعنی باتیں کرنا) منع ہو گیا۔ مگر تلاوت قرآن مقتدی کرتے تھے۔ ہماری دلیل کو مضبوط کرنے کیلئے آپ کے مفتی صاحب کے یہی الفاظ کافی ہیں۔ اس کے بعد مزید ایک اور بات کی بھی وضاحت کرتا چلوں تاکہ تمام شکوک وشبہات دور ہو جائیں۔ فقہ حنفی کے اصولِ فقہ کی مشہور کتاب نور الانوار کے صفحہ نمبر 193 اور 194 پر درج ہے کہ اگر قرآن مجید کی دو آیتوں کے درمیان تعارض پیدا ہو جائے تو دونوں ساقط ہو جاتی ہیں، اور یہاں مثال کے طور پر بھی اکابرین احناف نے یہی مذکورۂ بالا آیت ﴿واذا قرئ القرآن .... ترحمون﴾ پیش کی یعنی مثال پیش کرتے ہیں کہ ﴿فاقرؤا ماتیسر من القرآن﴾ اپنی عمومیت کے لحاظ سے مقتدی پر قرأت واجب کرتی ہے اور ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا﴾ مفسرین کے مطابق نماز کیلئے نازل ہوتی ہے اس لئے ان دونوں آیتوں میں تعارض پیدا ہو جاتا ہے اس لئے اس تعارض کی بنیاد پر دونوں ساقط ہو جاتی ہیں اس لئے اب حدیث رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ تو اکابرین احناف کے اس اصول کے تحت یہ آیت ﴿واذاقرئ القرآن﴾ تو ساقط ہو جاتی ہے تو جب یہ آیت ساقط ہو جاتی ہے تو اب جو بھی تفسیریں اس آیت کے تحت بیان کی جائیں گی وہ خود بخود ساقط ہو جائیں گی۔ کیونکہ جب کسی عمارت کی بنیاد ہی رک جائے تو اس بنیاد پر عمارت کیسے تیار ہو سکتی ہے۔ اب اسی طرح جس مقدمہ کا دعویٰ ہی ساقط ہو جائے یعنی دعویٰ کی دلیل ہی ساقط ہو جائے تو وہ مقدمہ خود بخود مخالف فریق کے حق میں ہو جاتا ہے۔ جب اکابرین احناف نے اپنا ایک اصول وضع کیا ہے تو حنفی مسلک کی بنیاد ان اصولوں پر ہے تو جب فقہ حنفی کے اصول کے مطابق یہ آیت ساقط ہو گئی تو فقہ حنفی کے دعویٰ کی بنیاد ہی ختم ہو گئی کیونکہ احناف کے پاس سب سے بڑی بنیادی دلیل یہی آیت ہے۔ جس کو بنیاد بنا کر احناف اپنے مقدمہ کو آگے چلاتے ہیں۔ تو جب بنیاد ہی ختم ہو گئی تو اس بنیاد کے ختم ہو جانے کے بعد باقی جتنی دلیلیں دی جاتی ہیں۔ وہ خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اب اس آیت کو پیش کرنا بالکل بے فائدہ ہے یہ آیت مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت سے منع کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور یہ کہنا کہ اہل حدیث قرآن کی آیت کو نہیں مانتے میرے بھائی اہل حدیث الحمد للّٰہ، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پورے قرآن مجید کو مانتے بھی ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ اہل حدیث تو صرف اتنا کہتے ہیں

کہ بھائی جان یہ آیت آپ کے دعویٰ پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ آپ کی فقہ کے اصول کے مطابق یہ آیت ساقط ہو چکی ہے۔لہذا اس آیت کریمہ کو دعویٰ کے طور پر پیش مت کرو۔

اس تمام بحث کے بعد ثابت یہ ہوا کہ مذکورہ بالا آیت ﴿و اذا قری .... ترحمون﴾ مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی ممانعت پر دلالت نہیں کرتی۔لہذا مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے سے نہ تو اللہ تعالیٰ نے روکا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے پاک پیغمبر جناب حضرت محمد ﷺ نے روکا۔ بلکہ امام کے پیچھے مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا اور یہی صحیح ہے۔

اب وہ احادیث جو مذکورہ اشتہار میں لکھی گئی ہیں اس کے متعلق چند گزارشات پیش کرتا ہوں۔

ا۔ اشتہار میں پہلی حدیث ہے کہ۔

حدیث نمبرا: چنانچہ عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت زید ؓ سے امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ کچھ نہ پڑھنا چاہیے۔(صحیح مسلم شریف مترجم، دوم باب سجود التلاوۃ)

جواب: (ا) یہ حدیث مسلم شریف میں موجود ہے لیکن مولانا نے یہ حدیث پوری پیش نہیں کی۔ جہاں تک کچھ اپنا مطلب پورا ہوتا تھا لکھی باقی حدیث کو کاٹ کر چھوڑ دیا۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کتاب کے بعض حصوں پر تو ایمان لاتے ہو اور بعض کو چھوڑ دیتے ہو۔دراصل اسی کو کہا جاتا ہے خواہش پرستی یعنی جہاں اپنی خواہش پوری ہوگئی اتنا دین مان لیا۔ جہاں خواہش پوری نہ ہوئی اس کو چھوڑ دیا۔ یہ بات درست نہیں ہے۔مسلم شریف میں جو مکمل روایت ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔

ترجمہ: عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت زید ؓ سے امام کے ساتھ پڑھنے کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا کہ امام کے ساتھ کچھ نہ پڑھنا چاہیے۔اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سورہ والنجم پڑھی پھر آپ نے سجدہ نہیں کیا (یعنی سجدہ تلاوت نہیں کیا)

حالانکہ جب مولانا صاحب نے یہ حدیث اپنے اشتہار میں لکھی تو جہاں مسلم شریف کا حوالہ دیا ہے وہاں ساتھ یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث (باب سجود التلاوۃ) میں ہے۔لیکن حدیث پھر بھی آدھی لکھی تو مولانا سے عرض ہے کہ حدیث کا پہلا حصہ جو کہ موقوف ہے اس پر تو آپ نے عمل کیا اور بطور دلیل بھی پیش کر دیا، اور حدیث کا بقیہ حصہ جو کہ مرفوع ہے۔اس پر نہ تو آپ نے عمل کیا ہے اور نہ وہ حصہ پیش کیا ہے کیوں ایسا کیوں کرتے ہو۔اگر مضبوط

دعویٰ پیش کرنا ہے تو ایسی حدیث پیش کرو جس پر آپ کا مکمل عمل ہو ورنہ آدھی حدیثیں اہل حدیثوں کے سامنے مت پیش کریں ایسی دلیل پیش کر کے آپ اپنے مقتدیوں کو تو مطمئن کر سکتے ہیں لیکن اہل حدیث کے دعویٰ کو غلط ثابت نہیں کر سکتے۔اب تھوڑی سی اپیل سادہ لوح عوام سے ہے کہ آپ اپنی مسجد سے کوئی بھی قرآن مجید اٹھالیں اور سورہ النجم نکالیں اور اس کے آخر میں سجدہ تلاوت موجود ہے، اور آپ کو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ معاملہ کیا ہے کہ مولوی حضرات نے آپ کو اندھیرے میں رکھا ہوا ہے یعنی مطلب پورا ہوا آدھی حدیث پیش کی اور آدھی کو کاٹ کر کتاب کے اندر ہی چھوڑ دیا اور جب اصل کتاب مانگی جائے تو مولانا صاحب کو غصہ آجاتا ہے اور اکثر مولانا یہ کہتے ہیں کہ یہ معاملہ آپ لوگوں کا نہیں یہ آپ لوگوں کی سمجھ سے باہر ہے آپ نہیں سمجھ سکتے۔آپ بے شک مولانا کے پاس جائیں اور مذکورہ حدیث اصل مسلم شریف سے نکال کر دیکھیں اور پڑھیں کہ جن الفاظ میں حدیث مولانا نے پیش کی ہے وہ صحیح ہے یا جو پھر میں نے جن الفاظ میں پیش کی ہے وہ صحیح ہے۔دونوں میں سے جس کے الفاظ اصل کتاب کے مطابق ہوئے اس کے حق میں فیصلہ دے دیں کہ یہ صحیح ہے۔اس میں کوئی لڑائی جھگڑے والی بات ہے ہی نہیں۔دوسرا یہ کہ اس حدیث میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھیں جبکہ جو اشتہار ہماری جماعت کی طرف سے شائع کیا گیا ہے اس کی آٹھوں حدیثوں میں وضاحت کے ساتھ سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کا ذکر ملتا ہے۔اس لئے یہ حدیث امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کے حق میں دلیل کے طور پر پیش نہیں کی جاسکتی۔فیصلہ عوام کریں۔کیونکہ جتنی بھی روایتیں امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے بارے میں ذکر کی جاتی ہیں۔ ان سب میں سورہ فاتحہ کا ذکر نہیں اور جو ہم نے احادیث پیش کی ہیں ان سب میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا ذکر ہے اس لئے اگر دونوں طرف کے دلائل کو بغور مطالعہ کیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھی جائے اور باقی قرأت نہ کی جائے،اور ہم بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ باقی قرأت نہ کی جائے۔

حدیث نمبر۲: حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اکرم ﷺ ایسی نماز سے فارغ ہوئے جس میں جہر کے ساتھ قرأت فرمائی۔پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہا ابھی تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأت کی ہے۔ایک شخص نے عرض کیا ہاں رسول اللہ ﷺ۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی کہتا ہوں کون ہے جو قرأت میں مجھ سے جھگڑتا ہے۔حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جب سے لوگوں نے یہ سنا اس وقت سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرأت کرنے سے رک گئے۔ان نمازوں میں جن میں حضور ﷺ قرأت بالجہر فرماتے۔(ابوداؤد شریف)

جواب: (الف) اس مذکورۂ بالا حدیث میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے قرأت کرنے والے کو کہا ہو کہ آئندہ ایسا مت کرنا صرف اتنا کہا کہ میں بھی کہتا ہوں کون ہے جو قرأت میں مجھ سے جھگڑتا ہے۔ یہ الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس پڑھنے والے نے اتنی آواز کے ساتھ ضرور قرأت کی ہوگی جس کی آواز حضور ﷺ کے کانوں سے ٹکراتی ہو، اور اسی وجہ سے آپ ﷺ کو قرأت کرنے میں دشواری ہوئی جس وجہ سے آپ ﷺ نے کہا کہ کون ہے جو مجھ سے قرأت میں جھگڑا کر رہا ہے۔ اس بات کے تو ہم بھی قائل نہیں کہ کوئی مقتدی امام کے پیچھے اتنی آواز میں قرأت کرے کہ امام کو قرأت میں دشواری پیدا ہو۔ ہم تو صرف سورہ فاتحہ کو امام کے پیچھے دل میں آہستہ آہستہ پڑھنے کے قائل ہیں۔ دوسرا یہ کہ یہاں پر حضور ﷺ کو اس پڑھنے والے کو ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا لهٗ .... ترحمون﴾ والی آیت پڑھ کر سنانی چاہیے تھی جیسے کہ آپ نے اپنے اشتہار میں اس آیت کی تفسیر میں حوالہ نمبر ۴ میں تفسیر خازن کے حوالہ سے لکھا کہ حضرت ابن مسعودؓ نے بعض لوگوں کو امام کے ساتھ قرآن پڑھتے سنا جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا ابھی تک یہ وقت نہیں آیا کہ تم اس آیت ﴿واذا قرئ القرآن﴾ کو سمجھو۔ یعنی آپ ﷺ بھی اس کو یہ آیت سنا کر کہتے کہ ابھی تک تمہیں اس آیت ﴿واذا قرئ القرآن﴾ کی سمجھ نہیں آئی۔ کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور یہ حدیث مدنی دور کی ہے اس لئے یہ آیت اس حدیث سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ لیکن یہ آیت حضور ﷺ کا اس حدیث میں بیان نہ کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ آیت امام کے پیچھے مقتدی کو قرأت سے منع کرنے کے بارے نازل نہیں ہوئی۔ بلکہ اس آیت کا شان نزول وہی ہے جو کہ اوپر قرآن مجید کی آیت سے دلیل دے کر بیان ہوا ہے۔

(ب): اس حدیث کو دو تین دفعہ غور سے پڑھیں تو اس سے ایک اور بات کی وضاحت ہوگی وہ یہ کہ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ جب سے لوگوں نے یہ سنا اس وقت سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرأت کرنے سے رک گئے ان نمازوں میں جن میں حضور ﷺ قرأت بالجہر کرتے یعنی جہر نمازوں میں لوگ آپ ﷺ کے ساتھ قرأت سے رک گئے۔ تو یہ الفاظ اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ لوگ صرف جہری نمازوں میں آپ ﷺ کے ساتھ قرأت سے رک گئے اور سری نمازوں میں قرأت کرتے رہے کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں لوگ رک گئے قرأت سے ان نمازوں میں جن میں حضور ﷺ قرأت بالجہر کرتے۔ اس لئے یہ حدیث تو احناف کے دعویٰ پر دلیل کے طور پر پیش نہیں کی جا سکتی کیونکہ آپ لوگ (یعنی احناف) تو سری نمازوں میں بھی امام

کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے ہیں۔ جبکہ مذکورۂ بالا حدیث تو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ لوگ صرف جہری نمازوں میں قرأت امام کے پیچھے کرنے سے رک گئے اور سری نمازوں میں قرأت کرتے رہے۔ اس لئے یہ حدیث بھی تو آپ کے خلاف ہے کیونکہ فرض نمازوں کی سترہ رکعتوں میں سے چھ رکعتوں میں یہ حدیث آپ کے دعویٰ پر دلیل بن سکتی ہے لیکن سترہ میں گیارہ رکعتوں میں آپ کے خلاف ہے اس لئے 65 فیصد یہ حدیث آپ کے دعویٰ کے خلاف ہے اس لئے یہ حدیث آپ اپنے دعویٰ پر پیش نہ کریں حدیث وہ پیش کریں جو 100 فیصد آپ کے دعویٰ پر دلیل بنتی ہو۔ ورنہ پھر وہی بات ہوگی کہ کتاب کے بعض حصوں پر تو ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ فیصلہ عوام کریں۔

(ج): اس مذکورۂ بالا حدیث میں کہیں بھی ذکر نہیں کہ سورہ فاتحہ خلف الامام سے منع کیا گیا ہو۔ یا لوگ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے سے رک گئے ہوں اس لئے یہ حدیث سورہ فاتحہ امام کے پیچھے نہ پڑھنے پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں جو کہ خود سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کے قائل ہیں بلکہ سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم دیتے ہیں جو کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے اپنے اشتہار پر حدیث نمبر ۲، اور حدیث نمبر ۳ کے تحت (مسلم شریف، مؤطا امام مالک اور ابوداؤد شریف) کے حوالہ سے لکھی ہیں جن کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔ جو خود سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کے قائل ہیں۔ اس لئے اس حدیث سے اگر کوئی ممانعت ثابت ہوتی ہے تو وہ صرف جہری نمازوں میں سورہ فاتحہ کے علاوہ باقی قرأت کی ہوتی ہے جو کہ صرف ہمارے دعویٰ پر دلیل کے طور پر ثابت ہوتی ہے۔ دلیل کے طور پر ہمارے اشتہار پر دی گئی حدیث نمبر ۴ کے تحت جو (ترمذی شریف) اور حدیث نمبر ۵ کے تحت (نسائی شریف) اور حدیث نمبر ۷ کے تحت (جزء القراۃ بخاری) کے حوالہ سے جو تین حدیثیں پیش کی گئی ہیں ان کو بغور مطالعہ پڑھیں اور اس مذکورۂ بالا حدیث کو ان تینوں حدیثوں کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو یہ حدیث بھی ہمارے دعویٰ پر دلالت کرے گی اب فیصلہ عوام پر ہے کہ وہ فیصلہ کس کے حق میں دیتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳: حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جس نے کوئی ایک رکعت ام القرآن (سورہ فاتحہ) کے بغیر پڑھی اس نے نماز نہ پڑھی۔ سوائے اس کے کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے (جامع ترمذی، مؤطا امام مالک)

جواب: (الف) یہ روایت مؤطا امام مالک میں موجود ہے۔ لیکن اگر تقلیدی نظر کی بجائے انصاف کی نظر سے (مؤطا امام مالک) کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حقیقت کیا ہے کیونکہ مؤطا امام مالک میں اس روایت سے اگلی حدیث امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کی موجود ہے اور وہ حدیث مرفوع ہے اور یہ حضرت جابرؓ کی روایت موقوف ہے۔ تو جب مرفوع حدیث کے سامنے اگر موقوف روایت آ جائے تو عمل مرفوع حدیث پر ہوتا ہے موقوف ساقط ہو جاتی ہے اس لئے عوام الناس سے اپیل ہے کہ وہ مولانا کے پاس جائیں اور مؤطا امام مالک کی اصل کتاب لے کر خود بھی مطالعہ کریں اور مولانا سے پوچھیں کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ ہمیں اندھیرے میں کیوں رکھا جا رہا ہے، اور اگر واقعی میری بات سچ ثابت ہو جائے تو میرے حق میں دعا کر دیں اور حق بات کو تسلیم کر لیں کیونکہ نجات صرف حق بات پر عمل کرنے پر ہی ہے۔ یہ بات عرض کرتا چلوں کہ میرا کسی سے کوئی جھگڑا نہیں، اور نہ ہی کسی کو نیچا دکھانے والی کوئی بات ہے میری صرف یہ نیت ہے کہ اگر کوئی بات مجھے معلوم ہوگئی ہے تو اس سے دوسرے لوگوں کو بھی فائدہ پہنچے اور اللہ تعالیٰ اس کو میری نجات کا ذریعہ بنا دے (آمین)

(ب): یہ روایت (جامع ترمذی) کے حوالہ سے بھی درج کی گئی ہے۔ اتفاق سے جامع ترمذی میں بھی معاملہ کچھ اسی طرح ہے جس طرح مؤطا امام مالک میں تھا۔ کیونکہ مولانا نے جامع ترمذی سے جس صفحہ سے یہ روایت درج کی ہے اس کے پیچھے صفحہ پر حضرت عبادہ بن صامتؓ والی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے والی حدیث موجود ہے جو کہ مرفوع ہے اور اسی صفحہ پر حضرت ابو ہریرہؓ والی حدیث جو کہ مسلم شریف میں بھی موجود ہے درج ہے لیکن ان دو حدیثوں کو نظر انداز کر کے ایک موقوف روایت سے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے سہارا لیا گیا ہے۔ جبکہ مؤطا امام مالک والی فاتحہ پڑھنے والی حدیث ہمارے اشتہار پر حدیث نمبر ۳ کے تحت درج ہے اور ترمذی شریف والی عبادہ بن صامتؓ والی سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے والی مرفوع حدیث ہمارے اشتہار پر حدیث نمبر ۴ کے تحت درج اور حضرت ابو ہریرہؓ والی روایت مسلم شریف کے حوالہ سے ہمارے اشتہار پر حدیث نمبر ۲ کے تحت درج ہے۔ مزید یہ کہ ترمذی شریف میں اسی صفحہ پر تفصیل کے ساتھ امام ترمذیؒ نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے اور لکھتے ہیں کہ اکثر علمائے صحابہؓ تابعین اور آئمہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ تفصیل کافی زیادہ ہے اس لئے عوام الناس سے اپیل ہے کہ وہ مولانا کے پاس جائیں اور جامع ترمذی لے کر خود یہ تفصیل پڑھ لیں اور تسلی کر لیں۔ تا کہ مسئلہ کی وضاحت ہو جائے اور حقیقت معلوم ہو جائے، اور اس کے بعد فیصلہ خود کر لیں کہ حق کیا ہے۔ اسی وجہ سے

حضرت جابر بن عبداللہؓ کا اپنا عمل آپنی موقوف روایت کی بجائے سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے والی مرفوع روایتوں پر ہے وضاحت کیلئے ہمارے اشتہار پر دی گئی حدیث نمبر ۶ کے تحت لکھی ہوئی حدیث کو پڑھیں جو کہ ابن ماجہ شریف کے حوالہ سے لکھی گئی ہے۔ کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ خود امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے قرآن مجید کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے کوئی ہے سوچ سمجھے۔ اس طرح میں نے حقیقت کو واضح کر دیا ہے اس لئے کوئی ہے سوچ سمجھے اور حق بات پر فیصلہ دے کہ حق کیا ہے۔

حدیث نمبر ۴: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ امام کے پیچھے کوئی قرات کرے تو فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرات اس کیلئے کافی ہے۔ کوئی اکیلے نماز پڑھے تو قراۃ کرے۔ (موطا امام مالک)

(ج:) تقلید کی بیماری بھی ایسی ہے جس کا علاج بڑا مشکل ہے۔ کیونکہ انسان اس اندھی تقلید میں واقعی اندھا ہو جاتا ہے۔ اور انصاف کرنے کی صلاحیت اس سے یا تو ختم ہو جاتی ہے یا پھر جان بوجھ کر سچائی کو دیکھتے ہوئے بھی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ کیونکہ مولانا نے موطا امام مالک کھول کر اس سے جابر بن عبداللہؓ کی موقوف روایت نقل کی پھر اس سے اگلی حدیث جو کہ مرفوع بھی ہے اور سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کے بارے میں ہے اور وہ حدیث ہمارے اشتہار پر حدیث نمبر ۳ کے حوالہ سے لکھی ہوئی ہے اس کو نظر انداز کر گئے پھر اس سے آگے دو روایتیں ایک عروہ بن زبیر کے بارے میں کہ امام کے پیچھے سری نمازوں میں قرات کرتے تھے۔ دوسری نافع بن جبیر بن مطعم کے بارے میں کہ وہ سری نمازوں میں امام کے پیچھے قرات کرتے تھے۔ یہ تین دلیلیں مولوی صاحب نے دیکھ کر آنکھیں بند کر کے چھلانگ لگائی اور مذکورہ بالا روایت پر جا کر رکے اور آنکھیں کھولیں اور پھر اپنے اشتہار میں لکھ کر دلیل پیش کر دی۔ اور پھر روایت وہ بیان کی جس میں سورۃ فاتحہ کا ذکر تک نہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے جبکہ اس سے قبل رسالہ ''حرمین'' مئی، جون 2006ء میں جو پہلے جواب دیا تھا اس میں یہ روایت نقل کی تھی کہ عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔ وہ روایت درج ذیل ہے

عبداللہ بن عمرؓ سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں خانہ کعبہ کے مالک اللہ تعالیٰ سے شرم محسوس کرتا ہوں کہ کوئی ایسی نماز پڑھوں جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھوں۔ (کتاب القرأۃ خلف الامام للبیہقی صفحہ نمبر ۱۴۱) اب ان روایتوں کو ملا کر پڑھیں تو اس بات کی وضاحت ہو جائے گی کہ عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ تو پڑھتے تھے مگر اس کے علاوہ باقی قرأت نہ کرتے تھے۔ یہی ہمارا بھی طریقہ ہے کہ ہم بھی

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کو ضروری سمجھتے ہیں اس کے علاوہ باقی قرات نہیں کرتے۔

حدیث نمبر۵: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرات کرے تو تم خاموش رہو۔ (سنن نسائی شریف) مسلم شریف باب التشہد میں ہے کہ ابو بکر نے سلیمان سے پوچھا کہ ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث کیسی ہے آپ نے فرمایا بالکل صحیح ہے)

حدیث نمبر۶: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے جب تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو جب وہ قرات کرے تو تم خاموش رہو اور جب ﴿غیر المغضوب علیھم ولا الضالین﴾ کہے تو تم ''آمین'' کہو۔ جب رکوع کرے تو رکوع کرو جب (سمع اللہ لمن حمدہ) کہے تو تم (ربنا ولك الحمد) کہو (ابن ماجہ)

(ج:) یہ دونوں حدیثیں ایک ہی ہیں صرف دو مختلف کتب سے پیش کی گئی ہیں ان کا جواب بھی رسالہ ''حرمین'' میں پہلے دیا جا چکا ہے۔ کہ ان دو حدیثوں میں یہ الفاظ (جب وہ قرات کرے تو تم خاموش رہو) غیر محفوظ ہیں۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اس پر کافی جرح کی ہے۔ اور امام ابوداؤد رحمتہ اللہ علیہ نے ابوداؤد شریف صفحہ نمبر ۲۷۵ پر یہ حدیث درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ الفاظ (جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو) غیر محفوظ ہیں۔ ابو خالد سے وہم ہو گیا ہے امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ کتاب القراۃ خلف الامام صفحہ ۹۹/۱۰۰ پر لکھتے ہیں۔

یہ روایت ابو خالد احمر سے مشہور ہے اس نے ابن عجلان سے روایت کیا ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ ابو خالد احمر کی صحیح احادیث میں سے نہیں ہے امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وہ مدلس راوی ہے یحیٰ بن معین کہتے ہیں: کہ آدمی تو سچا ہے لیکن اس لائق نہیں کہ اس کی بات بطور دلیل پیش ہو سکے، یحیٰ بن معین کہتے ہیں کہ ابن عجلان کی حدیث کے الفاظ (اذا قرأ فانصتوا) کی کوئی وقعت نہیں۔ جبکہ یہ حدیث بخاری شریف اور مسلم شریف میں موجود ہے اور ان دونوں صحیحین میں سے کسی میں بھی یہ الفاظ (جب وہ قرات کرے تو تم خاموش ہو جاؤ) نہیں ہیں (اصل حدیث یہ ہے) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''امام اس لیے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ اور جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ (سمع اللہ لمن حمدہ) کہے تو تم (ربنا ولك الحمد) کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور

جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو"۔ صحیح بخاری شریف جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۳۴۹ اور ۳۶۹ حدیث نمبر ۵ لکھنے کے بعد مولانا نے (مسلم شریف کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ابوبکر نے سلیمان سے پوچھا کہ ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث کیسی ہے آپ نے فرمایا کہ بالکل صحیح ہے۔) پھر یہاں پر آکر مولانا کی قلم سے سیاہی ختم ہو گئی۔ اور آگے جو امام مسلمؒ نے فرمایا اس کو اپنی فطرت کے مطابق چھوڑ گئے۔ کیونکہ مسلم شریف کی اصل عبارت کچھ اس طرح ہے کہ ابوبکر کی دریافت پر امام مسلمؒ نے کہا کہ ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ حدیث بالکل صحیح ہے کہ امام کی قرأت پر مقتدی خاموش سنتا رہے۔ (پھر امام مسلمؒ نے دریافت پر جواب دیا یہ ضروری نہیں کہ جس روایت کو میں صحیح سمجھوں اسے اپنی کتاب میں لکھوں بلکہ میں نے اس کتاب میں وہ احادیث لکھی ہیں جو متفقہ طور پر صحیح ہیں)

یعنی ان الفاظ کے ضعیف ہونے کیلئے امام مسلمؒ کا یہ فیصلہ کافی ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں وہ احادیث لکھی ہیں جو متفقہ طور پر صحیح ہیں اسی لیے امام مسلمؒ نے یہ حدیث مسلم شریف میں لکھی تو ہے لیکن یہ الفاظ کہ (جب امام قرات کرے تو تم خاموش رہو) اس حدیث میں درج نہیں کیے۔ اصل حدیث جو امام مسلمؒ نے مسلم شریف میں درج کی ہے وہ یہ ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے تا کہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ جب وہ (سمع الله لمن حمده) کہے تو تم (ربنا ولك الحمد) کہو اور جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

یہ تھی اصل حدیث جو کہ امام مسلمؒ نے مسلم شریف میں درج کی تو اگر وہ الفاظ کہ (جب وہ قرات کرے تو تم خاموش رہو) صحیح ہوتے تو امام مسلمؒ ان کو اس حدیث میں ضرور نقل کرتے اسی لیے مولانا نے مسلم شریف سے چند الفاظ گواہی کیلئے جتنے اپنے حق میں درست تھے لکھ کر اپنی عوام کو خوش کر دیا۔ کہ ہمارے مولانا نے جواب لکھ دیا ہے لیکن باقی عبارت جس کے لکھنے سے ان کے دعویٰ پر چوٹ لگتی تھی وہ چھوڑ گئے۔ اب میں نے حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے۔ تو عوام الناس کو چاہیے کہ وہ میری اس تحریر پر نہ جائیں بلکہ مولانا کے پاس جائیں اصل کتابیں لے کر خود مطالعہ کر لیں۔ اگر میری تحریر میں ان کو سچائی نظر آئے تو اس کو قبول کر لیں اگر جو کچھ میں نے لکھا ہے اس میں سچائی نظر نہ آئے تو بالکل میری بات کو رد کر دیں۔ اور اگر انھیں مولانا کتابیں نہ دکھائیں تو میرے پاس آجائیں ان شاء اللہ تمام کتابیں دکھا دی جائیں گی۔ اصل اور نقل کا فیصلہ پھر عوام پر ہے کہ وہ فیصلہ کس کے حق میں دیتے ہیں۔

سوال: مولانا صاحب سے ایک سوال ہے کہ اگر بالفرض آپ کی پیش کردہ حدیث کے الفاظ درست مان لیے جائیں کہ (جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو) جہری نمازوں میں تو مقتدی کو معلوم ہو جائے گا کہ امام نے قرأت شروع کردی ہے تب مقتدی خاموش ہو جائے گا۔ لیکن یہ بتائیں کہ سری نمازوں میں مقتدی کو کیسے معلوم ہو گا کہ امام نے قرأت شروع کردی ہے کیونکہ بعض دفعہ مقتدی ابھی ثناء پڑھ رہے ہوتے ہیں اور امام صاحب بڑی تیز رفتاری سے سورہ فاتحہ بھی مکمل کر لیتے ہیں کیونکہ چند دن قبل مجھے ضلع جہلم کے ایک گاؤں ڈومیلی جانے کا اتفاق ہوا۔ تو وہاں ظہر کا وقت ہو گیا تو وہاں جس مسجد میں نماز پڑھی تو وہاں جو امام صاحب تھے انھوں نے تو تیز رفتاری کی حد کردی کیونکہ میں ابھی ایاك نعبدُ پر پہنچا تو امام صاحب نے رکوع جانے کیلئے اللّٰہ اکبر کہہ دیا۔ اس سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ جب میں نے ثناء مکمل کی ہوگی تو اس وقت وہ امام صاحب سورہ فاتحہ بھی پڑھ چکے ہوں گے۔ تو ایسے امام صاحب کے ساتھ اگر مقتدی کی ثناء پڑھنے تک اگر امام صاحب سورہ فاتحہ کی قرأت شروع کر چکے ہوں تو مقتدی کو کیا معلوم کہ امام صاحب سورہ فاتحہ کی قرأت شروع کر چکے ہیں اور وہ ابھی ثناء ہی پڑھ رہا ہو تو ایسے مقتدی کیلئے ﴿و اذا قرئ القران﴾ اور ﴿اذا قرأ فانصتوا﴾ کے حکم کہاں تک مقتدی پر اثر انداز ہوں گے کیا وہ مقتدی اس آیت اور حدیث کے حکم کا انکاری تو نہیں ہوگا اس کا جواب کسی مستند حوالہ سے دیں۔ یعنی کسی قرآن کی آیت سے یا کسی صحیح حدیث مرفوع غیر مجروح حدیث سے اس سوال کا جواب دیں۔

حدیث نمبر ۷: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کیلئے امام ہو (یعنی جو امام کے پیچھے ہو) تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے (ابن ماجہ شریف) (دارقطنی)

(ج:) اس حدیث میں یہ الفاظ کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے صحیح نہیں ہیں کیونکہ یہ الفاظ حدیث میں نہیں۔ کیونکہ اصل حدیث کا عربی متن یہ ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ ﴿من کان لہٗ امام فقراء ۃ الامام لہٗ قراء ۃ﴾

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس کیلئے امام ہو (یعنی جو امام کے پیچھے ہو) تو امام کی قرأت اسی (یعنی امام کی اپنی) قرأت ہے''۔

یعنی اس حدیث سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے

کہ امام کی قرأت اسی کی اپنی ہی قرأت ہے وہ مقتدی کو کوئی فائدہ نہیں دیتی کیونکہ اگر یہ بات ہوتی تو واضح فرمادیا جاتا کہ (امام کی قرأت مقتدی کیلئے کافی ہے)۔

اب مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ بلکہ مولانا صاحب کہیں گے کہ انھوں نے اس حدیث کا ترجمہ تبدیل کردیا ہے۔ جو ہم نے ترجمہ کیا تھا وہ درست ہے۔ لیکن دراصل بات یہ ہے کہ اس حدیث میں الفاظ ہیں (فقراءۃ الامام لہٗ قراءۃ) اس میں لہٗ واحد اور منفرد کیلئے استعمال ہوا کیونکہ یہ معنی حنفیوں نے خود کیا کہ ایک حنفی شیخ الحدیث جناب عبدالقدیر صاحب دیوبندی مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی اپنی کتاب تدقیق الکلام صفحہ نمبر ۱۳۴ پر حضرت ابوہریرہؓ والی مسلم شریف کی حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابوہریرہؓ کے اپنے شاگرد کے پوچھنے پر کہ اگر ہم امام کے پیچھے ہوں تو کیا کریں تو حضرت ابوہریرہؓ نے کہا (اقرأ بها في نفسك) کا معنی (اقرأ بها وحد انا) منفرد ہوا۔

اس لیے انھوں نے مختلف جگہ سے لفظ (نفسہ) لکھ کر ثابت کیا ہے کہ اس کا معنی منفرد اور اکیلا ہونے پر دلالت کرتا ہے یعنی فاتحہ اس وقت ضروری ہوگی جب واحد، اکیلا نماز پڑھو۔

تو اگر یہاں اگر ''نفسک'' سے مراد اکیلا یا منفرد ہوا تو مذکورہ بالا حدیث میں بھی ''لَهٗ'' واحد یا منفرد کیلئے ہوا تو جماعت کے وقت امام ہی منفرد یا اکیلا ہوتا ہے اس ''لَهٗ'' سے مراد امام ہی ہوا کہ امام کی قرأۃ اسی کی یعنی امام کی قرأۃ ہوتی کیونکہ اگر امام کی قرأۃ مقتدی کی ہوتی تو لَهٗ کی بجائے لھم کا لفظ استعمال ہوتا۔ لَهٗ واحد ہونے پر چند دلائل درج ذیل ہیں قرآن مجید اٹھالیں آیت الکرسی نکال لیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ﴾ ترجمہ: ''اس (یعنی اللہ تعالیٰ) کی ملکیت میں زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں ہیں''۔ اس آیت کریمہ میں لہٗ کا اشارہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے کہ وہ زمین اور آسمانوں کی تمام چیزوں کا اکیلا۔ واحد مالک ہے۔ تو لَهٗ سے مراد اکیلا یا واحد ہوا تو اسی طرح اس حدیث میں لَهٗ سے مراد اکیلا یا واحد ہوا تو جماعت میں صرف امام کو اکیلا یا منفرد سمجھا جاتا ہے جبکہ مقتدی کیلئے یہ الفاظ استعمال نہیں ہوسکتے کیونکہ ترجمہ آپ کے حنفی شیخ الحدیث صاحب نے کیا ہے۔ اس طرح ایک اور مقام سے واحد اور جمع کے صیغے کی وضاحت قرآن مجید سے دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ (الاحزاب:٦) ''پیغمبر ﷺ مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والے ہیں''۔ (یعنی آپ ﷺ سے اپنی جان سے بڑھ کر محبت کریں) اور پیغمبر ﷺ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں (یعنی مومنوں کی مائیں ہیں)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واحد اور جمع صیغے کی وضاحت اچھی طرح فرمادی ﴿وازواجہٗ امھٰتھم﴾ یعنی ''وازواجہٗ'' میں لہٗ کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں حضور ﷺ کو (النبی) کے لقب سے واحد کے طور پر بیاں کیا گیا اور ''ازواجہٗ'' میں ہٗ واحد کیلئے استعمال ہوا یعنی نبی ﷺ کی بیویاں اور آگے فرمایا ''اُمھٰتھم'' میں ھم کا لفظ جمع کیلئے استعمال ہوا اور اس آیت میں (بالمؤمنین) کا لفظ استعمال ہوا جو مومنوں کیلئے تھا تو مومنوں کو جمع کے صیغے سے ظاہر کیا تو ھم کا لفظ بھی جمع کیلئے استعمال ہوا۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ ہٗ واحد کیلئے اور ھم جمع کیلئے استعمال ہوا۔ اس لیے اس حدیث میں لہٗ واحد کیلئے استعمال ہوا اگر مقتدیوں کیلئے استعمال ہوتا تو لھم استعمال ہوتا اس لیے لہٗ واحد کیلئے ہوا تو واحد امام تھا اس لیے امام کی قراۃ اسی (یعنی امام کی ہوئی) ترجمہ حنفی شیخ الحدیث نے سمجھایا ہے اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ ایک حدیث کے چند الفاظ پر غور کریں۔ جو حدیث بخاری شریف سے میں نے حدیث نمبر ۵ اور حدیث نمبر ۶ کے جواب میں لکھی ہے اس میں حضور ﷺ نے فرمایا (انما جعل الامام لیؤ تم بِہ فاذ اکبر فکبروا) حدیث آگے جاری ہے صرف مطلب سمجھانے کیلئے ترجمہ ''کہ امام اس لیے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو' باقی مکمل حدیث اور پر گذر چکی ہے صرف ایک نکتہ سمجھانا مقصود ہے کہ اس حدیث مبارک میں ہے کہ (فاذا کبر فکبروا) یعنی جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو۔ یہاں امام کیلئے صیغہ واحد استعمال ہوا ''کبّر''۔ اور مقتدی کیلئے جمع کا صیغہ یعنی ''فکبروا'' استعمال ہوا اس لیے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جہاں امام اور مقتدی کا ذکر آیا وہاں امام کیلئے صیغہ واحد استعمال ہوا اور مقتدی کیلئے صیغہ جمع کا استعمال ہوا۔ اگر بالفرض مولانا صاحب والا ترجمہ مان لیا جائے پھر بھی اس حدیث میں سورہ فاتحہ کا ذکر نہیں ہے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ باقی قرأت میں امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ تین مثالیں قرآن وحدیث سے بیان کی ہیں۔ سمجھنے کیلئے حالانکہ قرآن وحدیث میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ بہر حال یہ ہوا جو کچھ آپ کے اپنے گھر سے ہوا یعنی اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ کیونکہ اگر شیخ الحدیث صاحب نے ﴿اقرأ بھا فی نفسك﴾ سے واحد مراد لے کر یہ ثابت کیا کہ مسلم شریف والی حدیث امام کے پیچھے مقتدی کیلئے نہیں تو اس طرح ہم نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ آپ کے حنفی شیخ الحدیث کے کئے ہوئے ترجمہ کے تحت آپ کی پیش کردہ حدیث بھی مقتدی کیلئے ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ (امام کی قرأۃ صرف اسی کیلئے ہے) جس سے ایک بات اور ثابت ہوگئی کہ اگر امام کی قرأۃ صرف اسی کیلئے ہے تو مقتدی پر تو اب لازم آگیا کہ وہ قرأت کرے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ کے تمام دلائل کا جواب لکھ دیا ہے بلکہ آپ

نے جو آیت کریمہ دعویٰ کی بنیاد بنائی تھی وہ میں نے آپ کی کتاب سے ثابت کر دیا ہے کہ آپ کے اکابرین نے جب فقہ کے اصول بنائے تو آج سے کئی سو سال قبل اس آیت کو اپنے دعویٰ سے دستبرداری کا اظہار کر دیا کہ یہ آیت ساقط ہو چکی ہے جب آپ کے دعویٰ کی بنیاد ہی ختم ہو گئی کیونکہ وہ آیت آپ دعویٰ کے طور پر پیش ہی نہیں کر سکتے کیونکہ اس کو پیش کرنا آپ کی فقہ کے اصول کے خلاف ہے اس لیے آپ سے گذارش ہے کہ آپ اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے کسی قرآن پاک کی آیت سے ثابت کریں جو کہ آپ کے دعویٰ پر دلالت کرتی ہو کہ مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھ سکتا یا مقتدی کو منع ہے۔ اور جتنی بھی آپ نے اُحادیث دلیل کے طور پر پیش کیں میں نے ایک ایک کر کے سب کی وضاحت کر دی ہے کہ یہ تمام احادیث آپ کے دعویٰ پر دلالت نہیں کرتیں اس لیے آپ سے گذارش ہے کہ کوئی ایک مرفوع وغیر مجروح صحیح حدیث دلیل کے طور پر پیش کریں کہ مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھے لیکن کب اور کیسے۔ کیونکہ

؎ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔

میں آخر میں ایک اور بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ اکثر عوام کو یہ غلط تاثر دیا جاتا ہے کہ اپنے دلائل سورہ فاتحہ پڑھنے کے پیش کرتے ہیں لیکن نہ پڑھنے والی احادیث پیش ہی نہیں کرتے۔ اور دوسرا یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ ہماری پیش کردہ احادیث کو یہ ضعیف کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔

لیکن یہاں پر میں نے پڑھنے والی احادیث کا اشتہار شروع میں دیا ہے اور نہ پڑھنے والی احادیث کی بھی وضاحت کر دی ہے بلکہ میں نے کوشش کی ہے کہ کسی حدیث کو بغیر ضعیف لکھے ان کی وضاحت کی جائے تا کہ کسی کو ٹال مٹول کرنے کا موقع ہی نہ ملے۔

اب آخر میں عوام الناس سے اپیل ہے کہ میں نے آئینے کے دونوں رخ آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں اب فیصلہ عوام کے ہاتھ میں ہے کہ وہ مکمل تحریر کو پڑھیں۔ سوچیں سمجھیں اور کتابیں اصل دیکھیں (یعنی جن کتابوں کے میں نے حوالے دیئے ہیں وہ بھی اصل کتابیں دیکھیں اور جن کتابوں کے حوالے دوسری طرف سے دیئے گئے ہیں وہ بھی اصل کتابیں دیکھیں) جن کتابوں کے حوالے میں نے دیئے ہیں وہ میں دکھانے کیلئے تیار ہوں کسی قسم کی کوئی پریشانی والی بات نہیں تمام کتابیں میرے پاس موجود ہیں) اس لیے کتابیں بھی دیکھیں پھر فیصلہ کریں کہ حق بات کس کے پاس ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور ﷺ سے سچی محبت کرنے اور آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو دین اسلام سمجھنے اور پھر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین